تداعی کے ساتھ نفل نماز کی ادائیگی کے بارے میں ایک مفید فتویٰ

نفل کی جماعت کرنا کیسا؟

فتویٰ

علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری

مکتبہ اعلیٰ حضرت [illegible] مزنگ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿پہلے اسے پڑھئے﴾

حسبِ سابق عوام کی معلومات میں اضافے اور رفعِ فتنہ وفساد کے لئے مکتبہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی ایک اور پیشکش حاضرِ خدمت ہے۔ چونکہ "علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی" آج کل جناب "مفتی عبدالقیوم ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ" کی زیرِ نگرانی فتویٰ نویسی کا کام بھی انجام دے رہے ہیں لہٰذا نفل نماز کے بارے میں آپ سے دریافت شدہ اس فتویٰ کو رسالے کی شکل میں عوام الناس کے فائدے کے لئے چھاپنا مناسب محسوس ہوا۔ اس مختصر لیکن افادیت کے لحاظ سے عظیم رسالے میں "نفل نماز باجماعت بالتداعی" ادا کرنے کے بارے میں واضح وروشن حکم "تحقیقات اعلیٰ حضرت" کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ نیز حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ العالی (مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور وشیخوپورہ)، حضرت مفتی محمد اشفاق احمد صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ (مہتمم مدرسہ جامع العلوم خانیوال) اور محقق العصر حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی دامت فیوضہم (مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) کی تصدیقات نے اسے مزید مزین فرمادیا ہے۔

انشاءاللہ عزوجل اس رسالے کے مطالعہ کے بعد قارئین کرام کے قلوب میں تداعی کے ساتھ نفل نماز باجماعت ادا کرنے کے بارے میں مستقبل قریب وبعید میں کسی قسم کا وسوسہ وشبہ پیدا نہ ہونے پائے گا۔ برائے مہربانی! اسے خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھوائیں تاکہ آپ بھی "عوام الناس میں نیکیوں کی رغبت میں اضافے سلسلے میں کی جانے والی اس عظیم عملی کوشش میں حصہ دار بن کر دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا کے حصول میں آسانی کی دولت حاصل کرسکے۔"

خادم مکتبہ اعلیٰ حضرت

محمد اجمل عطاری عفی عنہ

۱۲ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ بمطابق 16 مئی 2000

﴿مسئلہ﴾

﴿سائل۔ جناب محمد ساجد القادری الرضوی۔ واہ کینٹ۔ ۷ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ زید اور بکر میں نفل باجماعت بالتداعی ادا کرنے کے سلسلے میں زبردست اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور خطرہ ہے کہ یہ اختلاف ایک فتنہ عظیم کی شکل اختیار کر لے گا، چنانچہ جلد از جلد جواب عنایت فرمایا جائے، زید کے مطابق دریں صورت یہ جماعت ''بدعت سیئہ'' ہے اور اس میں شرکت کرنے والے ''گنہگار۔'' نیز وہ لوگوں کو اس قسم کی جماعتوں میں شرکت سے سختی کے ساتھ روکتا ہے۔'' جب کہ بکر کا موقف یہ ہے کہ ''چونکہ فی زمانہ عبادات سے بے رغبتی بڑھ رہی ہے، لہٰذا اگر اس طریقے سے لوگ عبادت کی طرف مائل ہو رہے ہیں تو انہیں منع نہیں کرنا چاہئے۔'' اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ

﴿1﴾ تداعی کے ساتھ جماعت کا کیا مطلب ہے؟

﴿2﴾ کیا نفل نماز باجماعت ادا کرنے والے واقعی گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو جو علماء وحفاظ وعوام الناس، رمضان کے مہینے عرصہ دراز سے شبینے کے نام سے نفل نماز باجماعت ادا کر رہے ہیں یا صلوٰۃ التسبیح وغیرہ، تو کیا یہ سب بھی ''گناہ کبیرہ'' کے مرتکب ہو رہے ہیں؟ کیونکہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ بن جاتا ہے۔

﴿3﴾ اور اگر بکر کی بات درست ہے تو نفل باجماعت ادا کرنے کے جواز پر کوئی واضح دلیل موجود ہے یا نہیں؟

﴿4﴾ اگر دلیل موجود ہے اور اسے زید کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ اسے پھر بھی نہ مانے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

برائے مہربانی اگر جوابات ''تحقیقات اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی روشنی میں دیئے جائیں تو بہت خوب ہے، کیونکہ زید و بکر دونوں علماء اہلسنت خصوصاً اعلیٰ حضرت سے بہت عقیدت رکھتے ہیں۔'' **بینو اتوجروا**

﴿الجواب﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وصلی اللہ تعالیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ و زینۃ فرشہ و قاسم رزقہ سیدنا ومولانا محمد و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ و بعد،

ان شاءاللہ عزوجل حسبِ مطلوب، تمام سوالات کے جوابات ''تحقیقاتِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ'' کی روشنی میں ہی دیئے جائیں گے۔

﴿1﴾ تداعی کا لغوی معنی، ''ایک دوسرے کو بلانا''۔ اور تداعی کے ساتھ جماعت کا مطلب ہے کہ ''کم از کم چار آدمی ایک امام کی اقتداء کریں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۷ جدید صفحہ ۴۳۱)

﴿2﴾﴿3﴾ دوسرے اور تیسرے سوال کا جواب صراحۃً حاصل کرنے کے لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت پیش کیا گیا ایک سوال اور فقیہِ اعظم کی طرف سے اس کا دیا گیا جواب، عام فہم انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ (یہ) جو اکثر جگہ رمضان شریف کے اخیر عشرہ (یعنی آخری دس دن) کی طاق (یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ ویں) راتوں میں نوافل میں شبینہ پڑھا جاتا ہے یعنی ایک یا ایک سے زیادہ رات میں ختمِ قرآن عظیم ہوتا ہے اور یہ نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب فرماتے ہیں اگرچہ کلام مجید باجماعت نوافل ترتیل (یعنی حروف کو مخارج اور ان کی صفات) کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھا جائے، وہ بھی ممنوع ہے اور نیز کہتے ہیں کہ جماعت نوافل کی، سوائے تراویح کے اصلاً (یعنی بالکل) جائز نہیں اور جس حدیث میں تہجد کے وقت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی شرکتِ نوافل تہجد آنحضرت (ﷺ) کے پیچھے وہ مثبت صرف اقتداء ایک شخص کا ہے (یعنی وہ حدیث صرف ایک شخص کی اقتداء کے درست ہونے کے جواز کو ثابت کرتی ہے۔) ان مسائل کو امید ہے کہ مشرح (یعنی واضح اور تفصیل کے ساتھ) بیان فرمائیں گے۔ جزاک اللہ خیر الجزاء۔

الجواب:۔ علماء نے بنظرِ منعِ کسل وملال (یعنی سستی وزحمت کو روکنے کی طرف توجہ کرنے کے باعث) قلّ مدتِ ختمِ قرآن عظیم (یعنی قرآن پاک ختم کرنے کی کم سے کم مدت) تین مقرر فرمائی، مگر اہلِ قدرت ونشاط بہر (یعنی ہر قسم کی عبادات کی ہمت ورغبت رکھنے والوں) کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں، بہت اکابرینِ دین سے منقول ہے،

كما بسطه المولى عبد الغنى النابلسى قدس سره القدسى فى الحديقة الندية وغيره فى غيرها. (یعنی جیسا کہ اس پر تفصیلی بحث علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے (کتاب) حدیقہ ندیہ اور دیگر علماء

نے اپنی کتب میں کی ہے درمختار۔مقدمۃ الکتاب)

خود امام اعظم رضی اللہ عنہ نے دو رکعت میں قرآن ختم کیا، کمافی الدرمختار (یعنی جیسا کہ درمختار میں ہے۔باب العیدین میں ہے)

نفل غیر تراویح (یعنی تراویح کے علاوہ نفل نماز) میں امام کے سوا تین آدمیوں تک اجازت ہے ہی، چار کی نسبت کتب فقہیہ میں ''کراہت'' لکھتے ہیں یعنی ''کراہت تنزیہہ'' جس کا حاصل (یعنی نتیجہ) ''خلاف اولیٰ'' ہے نہ کہ ''گناہ حرام''۔ کماہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔)

مگر مسئلہ ''مختلف فیہ'' ہے (یعنی یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس میں علماء کرام کی آراء مختلف ہیں) اور ''بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بالتداعی ثابت ہے''، اور ''عوام فعلِ خیر (یعنی اچھے کام) سے منع نہ کیے جائیں گے، علماء امت وحکماءِ ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے''۔ ''درمختار'' میں ہے، ''اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلاً لقلۃ رغبتھم فی الخیرات . بحر (عوام کو تکبیرات اور نوافل سے کبھی بھی منع نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ہی نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہوتی ہے۔بحر۔باب العیدین)

اسی میں ہے، ''ولا یمنع العامۃ من التکبیر فی السواق فی ایام العشر وبہ ناخذ، بحر ومجتبیٰ وغیرہ (یعنی عوام کو ان (ذی الحجہ) کے دس دنوں میں بازار میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیا جائے، اسی پر ہمارا عمل ہے، بحر مجتبیٰ۔باب العیدین)

''حدیقہ ندیہ'' میں ہے، ''ومن ھذا القبیل نھی الناس عن صلوۃ الرغائب بالجماعۃ وصلوۃ لیلۃ القدر ونحو ذالک وان صرح العلماء بالکراھۃ بالجماعۃ فیھا فلا یفتیٰ بذالک العوام لئلا نقل رغبتھم فی الخیرات وقد اختلف العلماء فی ذلک فصنف فی جوازھا جماعۃ من المتاخرین و ابقاء العوام راغبین فی الصلوۃ اولیٰ من تنفیرھم (یعنی لوگوں کو نماز غائب یا جماعت ادا کرنے اور لیلۃ القدر کے موقع پر نماز وغیرہ کرنا سے منع کرنا بھی قبیل سے ہے (یعنی جس طرح عوام الناس کو بازاروں میں تکبیرات منع نہ کیا جائے اسی قسم وجنس سے یہ مذکورہ نفل نمازیں بھی ہیں یعنی ان سے بھی منع نہ کیا جائے) اگرچہ علماء نے ان کی جماعت کے بارے میں کراہت کی تصریح کی ہے ''عوام میں یہ فتویٰ نہ دیا جائے تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو''، علماء نے

اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور متاخرین میں سے بعض نے اس کے جواز پر لکھا بھی ہے" عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انہیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہوتا ہے' الخلق الثامن و الاربعون من الاخلاق. الخ)

(فتاویٰ رضویہ. جلد۷ جدید. صفحہ نمبر ۴۶۴)

مذکورہ جواب سے "صراحۃ" درج ذیل امور حاصل ہوئے۔

(i) علماء کرام نے سستی و کاہلی و زحمت کے خوف کے پیشِ نظر قرآن پاک ختم کرنے کی کم از کم مدت تین دن مقرر فرمائی ہے۔

(ii) لیکن ذوق وشوق وقدرت رکھنے والے حضرات کے لئے شب میں ختم کرنا ممنوع نہیں۔ (بشرطیکہ قرآن برعایتِ تجوید پڑھا جائے۔)

(iii) تداعی کیساتھ نوافل کی جماعت میں علماء کا اختلاف رہا ہے، بعض اسے "جائز" اور بعض مکروہ فرماتے ہیں۔

(iv) جہاں اسے "مکروہ" قرار دیا گیا ہے، وہاں "مکروہ تنزیہی" مراد ہے۔

(v) مکروہ تنزیہی فعل کرنا، "خلافِ اولیٰ" ہوتا ہے اور "خلاف اولیٰ کا ارتکاب" "گناہ و حرام" نہیں۔

اعلیٰ حضرت، " فتاویٰ رضویہ جلد ۳ (قدیم) " میں مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ "کراہتِ تنزیہ" کا حاصل "خلاف اولیٰ" یعنی بہتر نہیں، نہ یہ کہ "ناجائز و ممنوع" ہو۔ بعض علمائے لکھنو نے جو اپنے بعض رسائل میں مروہ تنزیہی کو "گناہِ صغیرہ" لکھ دیا، "سخت ذلت کبیرہ" ہے جس کے "بطلان" پر صدہا کلمات ائمہ و دلائل شرعیہ ناطق۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس قول کے رد میں چند مختصر سطور مسمّیٰ بہ " جمل مجلیه ان المکروه تنزیها لیس بمعصیة " لکھیں۔

(vi) اگر عوام الناس کسی "فعل خیر" کی طرف مائل ہورہے ہوں، چاہئے یہ مائل ہونا کسی "خلاف اولیٰ" عمل کے ارتکاب سے ہی کیوں نہ ہو، انہیں "منع نہ کیا جائے"، کیونکہ انہیں، نماز و دیگر نیک اعمال وافعال کی طرف راغب رکھنا نفرت دلانے سے کہیں "بہتر" اور "شریعت کو مطلوب" ہے

یہاں یہ بات خاص طور پر یاد رہے کہ کراہت کے قول کی موجودگی کے باوجود اس کے برعکس قول

کو قبول فرما کر عوام الناس کو نفل با جماعت ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمانا عین شرعی قواعد وضوابط کے مطابق ہے، جس کی معرفت کے لئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی درج ذیل تحقیق کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذہن نشین کر لینا، بے حد نفع بخش رہے گا (خصوصاً اہل علم حضرات کے لئے)۔

انشاء اللہ تعالیٰ

آپ فرماتے ہیں کہ قول دو قسم کے ہیں "صوری" اور "ضروری" ﴿صوری﴾، منقول قول (ہوتا) ہیاور ﴿ضروری﴾ وہ ہے جو خاص طور پر کسی قائل کا قول نہ ہو، لیکن وہ قول ضمناً ہو اور ضرورتاً اس کا حکم کیا گیا ہو یعنی اگر وہ اس خصوص میں کلام کرتا تو یہ کلام کرتا۔ اور بسا اوقات حکمِ ضروی، حکمِ صوری کے مخالف ہوتا ہے، ایسی صورت میں قولِ ضروری غالب ہوتا ہے اور اگر اس صورت میں کوئی قولِ صوری اختیار کرے تو قائل کی مخالفت قرار پاتا ہے، اور قولِ صوری سے عدول کرنا قولِ ضروری کو اپنانا، اس کی موافقت اور اتباع قرار پائے گا، مثلاً زید ایک نیک شخص ہے تو عمر نے اپنے خادم کو اس کی تعظیم وتکریم کا حکم دیا اور صراحت کے ساتھ کھلم کھلا دیا اور باصرار وتکرار دیا اور وہ پہلے یہ کہ چکا تھا کہ "فاسق کی تعظیم کبھی مت کرنا" اب ایسا ہوا کہ کچھ عرصہ بعد زید فاسق ہو گیا، اب اگر شخص کے خادم پہلے نص کی وجہ سے اس کی تعظیم کریں تو گنہگار ہونگے اور نہ کریں گے تو فرماں بردار قرار پائیں گے۔ اور اس قسم کی چیزیں اقوال ائمہ میں بھی ہوتیں اور ان کے اسباب یہ ہو سکتے ہیں، "ضرورت، حرج، عرف، تعامل، اہم مصلحت اور دفع فساد" اور یہ اس لئے ہے کہ "ضرورتوں کا استثناء" "حرج کا دفع کرنا" "عرف کو اختیار کرنا" اور تعامل پر عمل کرنا" یہ ایسے شرعی قواعدِ کلیہ ہیں، جو سب کو معلوم ہیں اور ائمہ یا تو "ان کی طرف مائل ہیں" یا "ان کے قائل ہیں" "یا" ان پر اعتماد کرتے ہیں۔" اگر کسی مسئلے میں امام (یعنی حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ) کی نص موجود ہو اور پھر یہ تغیرات پائے جائیں تو ہم قطعی طور پر جان لیں گے کہ اگر یہ امور، حضور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوتے تو آپ کا قول پر ان کے مقتضیٰ پر ہوتا، نہ کہ ان کے خلاف۔ ایسی صورت میں ان کے ضروری قول پر عمل، جو آپ سے منقول نہ ہو، یہ آپ سے مسائل شمار کرائے ہیں اور بہت سے مسائل کے لئے اشباہ کا حوالہ دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ "ان تمام کے احکام، زمانہ کے تغیرات کی وجہ سے بدل گئے ہیں، یا تو ضرورت کی وجہ سے، یا عرف کی وجہ سے، یا احوالِ قرائن کے باعث اور فرمایا کہ "ان میں سے کوئی چیز مذہب سے خارج نہیں، کیونکہ اگر صاحب مذہب خود اس زمانے میں ہوتے تو یہی

قول کرتے اور اگر یہ تغیر آپ کے زمانہ میں واقع ہوتا تو وہ اس کے خلاف کی تصریح نہ کرتے۔"

اسی نے، مجتہدین فی المذہب کو جرات دی ہے اور متاخرین صاحب الرائے نے ظاہر مذہب کی کتب سے ثابت شدہ مذہب کی جو مخالفت کی ہے، وہ اپنے زمانے کے اعتبار سے ہے جیسا کہ خود انہوں نے اس کی تصریح کی ہے۔"

﴿صحیفه فقه اسلامی ۔ بحواله فتاویٰ رضویه ۔ جلد اول ۔ کتاب الطهارة صفحه ۳۸۵﴾

آقائے نعمت، امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کے فتویٰ مبارکہ، اس کے جواب اور اس سے حاصل شدہ امور کے ذریعے، "دوسرے اور تیسرے" سوال کا جواب بخوبی حاصل ہوگیا۔ نیز اس کے ساتھ زید کا "شرعی احکام کے معاملے میں" جاہل" بھی واضح طور پر ثابت ہوا، کیونکہ سوال کے مطابق "وہ تداعی کے ساتھ نوافل ادا کرنے والوں کو "گناہگار بدعتی" قرار دیتا ہے، حلانکہ "تحقیقاتِ اعلیٰ حضرت (رضی اللہ عنہ) کی روشنی میں ثابت ہو چکا ہے کہ "خلافِ اولیٰ کا ارتکاب گناہ نہیں۔" بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کے "باجماعت، تداعی کے ساتھ نوافل ادا کرنے والوں پر "بدعتی و گمراہ" کا فتویٰ جاری کرنے کی صورت میں "بے شمار اکابرین امت" بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں، کیونکہ ماقبل مذکور ہوا کہ "بہت اکابرین دین سے جماعتِ نوافل بالتداعی ثابت ہے۔"

﴿4﴾ چوتھے سوال کے جواب کے سلسلے میں عرض ہے کہ "اولاً نرمی و شفقت کے ساتھ اس کے سامنے اعلیٰ حضرت کی تحقیق پیش کی جائے، اگر وہ واقعی اعلیٰ حضرت کی "علمی وقعت و جامعیت و قطعیت" پر "اعتماد کامل" رکھتا ہے تو اب اسے قبولِ حق" سے کوئی چیز" مانع نہیں" ہونی چاہئے۔ ہمارے "اکابرین" کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے بعد" مزید کسی وضاحت" کی ضرورت محسوس نہ فرماتے تھے اور نہ ہی ان کے نزدیک "اس کے مقابل کوئی تحقیق قابلِ قبول تھی۔" جیسا کہ،

حضرت علامہ غلام رسول رضوی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے آقائے نعمت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو مولانا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ کی تحقیقاتِ مبارکہ کے "مقابل اپنی تحقیق" پر اتراتا" اور اسے "ترجیح" دیتا ہے، تو یہ اس کی "تحقیق نہیں" بلکہ "تجہیل (یعنی بیوقوف بنانا)" ہے اور وہ محقق نہیں" بلکہ مجہول" ہے۔"

اور غزالیٔ زماں حضرت علامہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، "اعلیٰ حضرت کے فتوے پر تنقید" ہم سے "برداشت نہ" ہوگی۔ یہ مدرسہ انوار العلوم، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے "نظریاتِ حقہ کا علم بردار" ہے، ہم کیا ہیں؟" جو کچھ ہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ہیں"، سب کچھ انہیں کا صدقہ" ہے، ہم انہیں کے "ریزہ خوار" ہیں، ہم انہیں کے "نام لیوا" ہیں۔ جو شخص اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے "نظریات وتحقیقاتِ شریفہ" سے "متفق نہیں"، ہم اسے "برداشت نہیں" کر سکتے، ہمارے مدرسے میں ایسے شخص کی "کوئی گنجائش نہیں۔"

اور اکابرین عصر میں سے حضرت علامہ ابوداؤد محمد صادق مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ "سن لو جس کو اعلیٰ حضرت کی تحقیق وفتویٰ سے اتفاق نہیں" خدام اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو بھی کسی "ادنیٰ حضرت" کی نام نہاد تحقیق سے اتفاق نہیں۔"

(رضائے مصطفی (ﷺ). رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ)

نیز جب کسی "پروفیسر" نے لکھا "ہماری رائے یہ ہے کہ "اعلیٰ حضرت عظیم البرکت آج خود موجود ہوتے تو ضرورت حالات کے پیشِ نظر (تصویر کے مسئلہ میں) جواز وعدم ممانعت کا حکم لگاتے بلکہ اسے جائز قرار دیتے اور ہمارے موقف کی تائید فرماتے۔" ...... تو حضرتِ موصوف دامت فیوضھم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا، "سوال یہ ہے کہ "پروفیسر صاحب مذکور" پروفیسری سے تو نئے نئے مشرف ہیں، لیکن انہیں چیف جسٹس کس نے بنادیا کہ وہ اتنے بڑے بیان جاری کرنے لگے ہیں؟ آخر ان کی حیثیت کیا ہے؟ اور ان کی رائے کی اہمیت کیا ہے؟" کہاں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت اور عرب وعجم کے اکابر علماء میں ان کے مقبول ومسلم فتاویٰ مبارکہ کا مقام"، اور کہاں یہ بے چارے پروفیسر صاحب اور ان کی رائے عالی نہیں بلکہ اسفل اور اعلیٰ حضرت کے متعلق نازیبا زبان وافترا پردازی۔ پروفیسر صاحب! خدا سے ڈرو، اپنی حد میں رہو اور بحکم حدیث **"البرکۃ مع اکابرکم"** اور بزرگانِ دین ومشائخ اہلسنت کے بھی "اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی معیت وپیروی اختیار کرو۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو زیرِ بحث لانے اور ان کے فتاویٰ مبارکہ میں تحریف، خیانت اور ان میں مداخلت وملاوٹ کا خیال' اپنے دماغ سے نکال دو۔"

﴿رضائے مصطفی (ﷺ). ماہِ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ﴾

امیر دعوتِ اسلامی، امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس قادری رضوی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی جملہ تحریریں عین ''قرآن وسنت'' کے مطابق ہیں۔ اگر شیطان کے وسوسوں میں پھنس کر میرے آقا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی کسی بھی تحریر پر ''تنقید'' کی یا ''تنقید کرنے والے کی صحبت اختیار کی بلکہ اس سے محبت بھی کی تو ''خبردار! کہیں ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔''

اگر زید، اکابرینِ امت کی ''ان تصریحات'' کے باوجود اپنے ''سابقہ موقف'' پر ڈٹا رہے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے، ہاں اگر ممکن ہو تو ''اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے درج ذیل دو پیغام'' اس تک ضرور پہنچا دیں، جن میں سے پہلا خود آپ کی طرف سے ہے جب کہ دوسرا علامہ شامی رضی اللہ عنہ کا قولِ مبارک ہے چنانچہ،

﴿1﴾ عوام ''کو اللہ عزوجل'' کے ''ایسے ذکر'' سے منع کرنا ''جو'' شرعاً گناہ نہ ''ہو، محض بدخواہی عام مسلمین'' ہے اور اس کا مرتکب'' نہ ہوگا مگر متقشف (پھٹے پرانے حال والا)'' کہ مقاصدِ شرع سے جاہل و ناواقف ہو'' یا متصلف (یعنی بتکلف ڈینگیں مارنے والا)'' کہ ''مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت وشہرت چاہتا ہو۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۴ (قدیم)۔ صفحہ ۵)

﴿2﴾ علامہ شامی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ارشاد فرمایا، ''اس سے معلوم ہوا کہ ''مفتی'' یا ''قاضی'' کا محض'' منقولات کے ظاہر'' کو پکڑ کر بیٹھ جانا اور ''لوگوں کے عرف''، قرائنِ واضحہ'' اور لوگوں کے احوال'' سے صرف نظر کر لینا ''بہت سے حقوق زائل'' ہو جانے کا باعث ہوگا اور ''خلقِ خدا پر ظلم وتعدی'' ہوگی۔''

﴿فتاویٰ رضویہ۔ جلد اول صفحہ ۳۹۳﴾

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ اعلم بالصواب

اللہ تعالیٰ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔